حرف آغاز

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں پر حدود کا نفاذ

سید جلال الدین عمری

راقم کا ایک مضمون دو سال قبل 'تحقیقاتِ اسلامی' کے اکتوبر۔ دسمبر ۲۰۰۴ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔ اس کا عنوان تھا 'اسلامی ریاست میں غیر مسلموں پر اسلامی قانون کا نفاذ کس حد تک ہوگا؟'۔ اس میں واضح کیا گیا تھا کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو ان کے پرسنل لا پر عمل کی آزادی ہوگی۔ وہ صرف اس امر کے پابند ہوں گے کہ کوئی ایسا اقدام نہ کریں جس سے معاشرہ میں اخلاقی بگاڑ رونما اور اسلامی قوانین کی بے حرمتی ہو۔ ایک بڑا مسئلہ اسلامی حدود وتعزیرات کا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا وہ مسلمانوں کی طرح ان پر بھی نافذ ہوں گے؟ آئندہ صفحات میں اس سے بحث کی کوشش کی جائے گی۔

اسلام نے حدود و قصاص کا ایک تفصیلی نظام عطا کیا ہے۔ حدود کا شمار خالص حقوق اللہ میں ہوتا ہے۔ قصاص ایک پہلو سے اللہ کا حق ہے تو اس میں بندے کا حق بھی شامل ہے۔ قصاص لینا مقتول کے ورثاء کے لیے لازمی نہیں ہے۔ قاتل سے ان کی صلح ہوسکتی ہے وہ اس سے دیت لے سکتے ہیں اور وہ اسے معاف کرنے کا حق بھی رکھتے ہیں۔

قوانین شریعت دراصل انسان کے دین، نفس، عقل، نسل اور مال کی حفاظت کے لیے ہیں۔[1] قصاص اور حدود سے براہ راست یا بالواسطہ ان بنیادی مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس اصول کا تقاضا ہے کہ قصاص کے معاملہ میں مسلم اور غیر مسلم کے درمیان

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو علامہ شاطبی کی بے نظیر کتاب الموافقات فی اصول الشریعۃ، تحقیق عبداللہ دراز: ۲/ ۷-۸ ومابعد، دار الکتب العلمیۃ لبنان۔

فرق نہیں ہونا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو امان دینے کے بعد اسے قتل کردے تو وہ بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کرے گا اور آپ سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ ترمذی اور نسائی میں حضرت عمرو بن الحمقؓ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

من امّن رجلا علی دمه فقتله فانا بریٔ من القاتل وان کان المقتول کافرا۔[۱]	جس نے کسی کو اس کا خون بہانے سے امان دی (یعنی جان کی امان دی) اور پھر قتل کردیا تو میں قاتل سے بے تعلق ہوں چاہے مقتول کافر ہی کیوں نہ ہو۔

جس طرح فرد کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کو، چاہے وہ غیر مسلم اور کافر ہی کیوں نہ ہو، جان کی امان اور پناہ دے کر اس کی جان لے لے اسی طرح ریاست کے لیے بھی اس کا ہرگز کوئی جواز نہیں ہے بلکہ فرد کے لیے یہ جتنا بڑا جرم ہے ریاست کے لیے اس کی سنگینی اور زیادہ ہوگی۔ اسلامی ریاست اپنے تمام شہریوں کی جان اور مال کی حفاظت کی ذمہ داری لیتی ہے۔ وہ اس کی ہر حال میں پابند ہے۔ اس میں مسلمان اور ذمی دونوں شامل ہیں، اس لیے اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کردے تو قصاص میں اسے قتل کیا جائے گا اور اس کا مال چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔[۲]

قصاص اور حدود اسلامی شریعت کا لازمی جزء ہیں۔ ان میں ترمیم و تنسیخ کا کسی کو حق نہیں ہے۔ اسلامی ریاست انھیں نافذ کرنے کی پابند ہے۔ حدود کی اہمیت کا پہلو یہ ہے کہ ان کی حیثیت، جیسا کہ عرض کیا گیا، حقوق اللہ کی ہے۔ یہ کسی حال میں معاف نہیں ہوتے اور انھیں ساقط نہیں کیا جاسکتا۔

حدود پانچ ہیں: ۱- حدِ سرقہ (چوری کی سزا) ۲- حدِ زنا ۳- حدِ خمر (شراب پینے کی سزا) ۴- حدِ سُکر (نشہ آور چیزوں کے استعمال پر سزا) ۵- حد قذف (زنا کی

---

۱ یہ حدیث مختلف سندوں سے آئی ہے۔ ایک سند کے سب ہی راوی ثقہ ہیں۔ مناوی، التیسیر بشرح الجامع الصغیر: ۲/۳۸۴

۲ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب 'غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق'، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی ۲۵

تہمت لگانے کی سزا) ان میں سے ہر ایک کے احکام الگ ہیں۔[۱]

یہ حدود معاشرہ کو فساد اور بگاڑ سے بچانے اور جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے ہیں۔ حد سرقہ اور لوٹ مار سے متعلق حد کا مقصد، جان اور مال کی حفاظت ہے۔ حدِ زنا عزت و ناموس اور خون اور نسل کے تحفظ کا ذریعہ ہے۔ حدِّ قذف بھی عزت و آبرو کو تحفظ فراہم کرتی ہے اور معاشرہ میں آدمی کے وقار کو بحال رکھتی ہے۔ شراب اور نشہ آور چیزوں کے استعمال پر حد اس لیے رکھی گئی ہے کہ اس کے استعمال سے انسان ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔ اس کے بعد اس سے کسی بھی فرد کی جان، مال اور عزت و آبرو پر دست درازی کا امکان رہتا ہے۔ اسی سے باز رکھنے کے لیے حد خمر رکھی گئی ہے۔[۲]

حدود کے سلسلہ میں ایک اہم سوال یہ ہے کہ ان کا نفاذ مسلمانوں اور ذمیوں دونوں پر ہوگا، یا ان کا تعلق صرف مسلمانوں سے ہے؟ اس سوال پر فقہاء کی رائیں مختلف ہیں۔ یہاں کسی قدر تفصیل سے انھیں پیش کیا جا رہا ہے۔

فقہ حنفی کی رو سے مسلمانوں کی طرح ذمیوں پر بھی حدود تعزیرات نافذ ہوں گے۔ علامہ ابو بکر جصاص کہتے ہیں:

مذهب أصحابنا في عقود المعاملات والتجارات والحدود أهل الذمة والمسلمون فيها سواء۔[۳]	ہمارے اصحاب (احناف) کا مسلک یہ ہے کہ معاملات، تجارت اور حدود کے معاملہ میں ذمی اور مسلمان برابر ہیں۔ (دونوں پر ایک ہی حکم نافذ ہوگا)

امام ابو حنیفہ کے نزدیک ذمی اگر مسلمان عورت سے زنا کرے یا مسلمان کا مال چوری کرے تو اس پر حد جاری کی جائے گی، لیکن اہلِ حجاز کی رائے یہ ہے کہ ذمیوں پر حدود کا نفاذ نہ ہوگا۔ ان کو جب شرک پر قائم رہنے کی اجازت دی گئی ہے جو سب سے بڑا

۱۔ کاشانی، بدائع الصنائع: ۷/۴۹۔ دار الفکر بیروت، ۱۹۹۶ء

۲۔ کاسانی، حوالہ سابق، ص ۸۳

۳۔ جصاص، احکام القرآن: ۲/۵۴۵

جرم ہےتو دوسرے جرائم اس سے بہر حال کم اہمیت کے حامل ہیں۔[۱]

جن حضرات کی رائے یہ ہے کہ ذمیوں پر اسلامی حدود کا نفاذ نہ ہوگا، ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان جرائم کے ارتکاب کی انھیں چھوٹ ہوگی، بلکہ وہ اپنے قوانین کے تحت خود اس کی سزادیں گے، گویا ان جرائم کی سزاؤں کو بھی ان کے پرسنل لا میں شمار کیا جائے گا۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ اگر ذمی اپنے قوانین کے تحت اس طرح کے کسی جرم کی سزا نہ دیں اور معاملہ اسلامی عدالت کے حوالے ہو تو وہ ان پر حدِ شرعی نافذ کرے گی۔ ان کے الفاظ ہیں:

اذا رفع إلى الحاكم من أهل الذمة من فعل محرما يوجب عقوبة ، ممّا هو محرم عليهم في دينهم كالزنىٰ والسرقة والقذف والقتل فعليه إقامة حده عليه.[۲]	اگر حاکم کے پاس اہل ذمہ میں سے کوئی ایسا شخص لایا جائے جس نے کسی ایسے فعلِ حرام کا ارتکاب کیا ہو جس پر سزا لازم آئے اور جو ان کے مذہب میں بھی حرام ہو، جیسے زنا، چوری، قذف اور تہمت اور قتل تو حاکم پر لازم ہے کہ اس پر اس کی جو حد ہے وہ نافذ کرے۔

ان تفصیلات سے واضح ہے کہ احناف کے نزدیک ذمیوں پر بھی حدود نافذ ہوں گے، لیکن علماء حجاز کے یہاں وہ ان قوانین کو اپنے لیے اختیار کرلیں اور اسلامی ریاست کی طرف رجوع کریں تو ان پر ان کا نفاذ ہوگا۔ اس کی تفصیلات میں فقہاء کے درمیان کہیں اتفاق ہے کہیں اختلاف۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ اسے پیش کیا جارہا ہے۔

۱- حدِ خمر

شراب کی حرمت قرآن و حدیث کے قطعی دلائل سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

۱ زمخشری، الکشاف عن حقائق التنزیل: ۱/۶۲۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان ۱۹۹۵ء۔ ابوحیان: البحر المحیط: ۳/۵۰۱، دار الکتب العلمیہ، لبنان ۱۹۹۳ء

۲ ابن قدامہ حنبلی، المغنی: ۱۲/۳۸۲۔ قاہرہ، ۱۹۹۲ء

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ. (المائدہ:۹۰-۹۱)

اے ایمان والو! بے شک شراب، جوا، بت اور پانسے گندی چیزیں اور شیطان کا عمل ہیں۔ شیطان تو چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعہ تمہارے درمیان عداوت اور بغض پیدا کردے اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے۔ تو کیا تم اس سے باز آجاؤ گے؟

رسول اکرم ﷺ نے ان آیات کے نزول کے بعد شراب کے استعمال اور خرید و فروخت سے صاف الفاظ میں منع فرمادیا۔ آپ کا ارشاد ہے:

ان الله تعالىٰ حرّم الخمر فمن ادركته هٰذه الأية وعنده منها شئ فلا يشرب ولا يبيع

اللہ تعالیٰ نے (اس آیت کے ذریعہ) شراب کو حرام قرار دے دیا ہے۔ لہٰذا جس شخص تک یہ آیت پہنچے اور اس کے پاس تھوڑی بہت بھی شراب ہو تو اسے نہ پیے اور نہ فروخت کرے۔

چناں چہ اس کے بعد جن لوگوں کے پاس شراب تھی انھوں نے وہ مدینہ کی گلیوں میں بہادی۔[۱]

شراب کی حرمت اور ممانعت سے متعلق بہ کثرت روایات کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں:

ثبت عن النبی ﷺ تحريم الخمر باخبار تبلغ بمجموعها رتبة التواتر.[۲]

شراب کی حرمت، رسول اللہ ﷺ سے اتنی کثیر روایات سے ثابت ہے کہ مجموعی طور پر وہ درجہ تواتر تک پہنچتی ہیں۔

---

[۱] مسلم، کتاب المساقاۃ، باب تحریم بیع الخمر

[۲] ابن قدامہ، المغنی: ۱۲/۴۹۳

ایک مسلمان کے لیے شراب کا استعمال از روئے شرع حرام ہے۔ اگر وہ شراب پیتا ہے تو اس پر حد جاری ہوگی۔ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اس پر چالیس کوڑے لگائے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں بھی اس پر عمل ہوا۔ بظاہر یہ تعداد قطعی نہیں تھی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اس سلسلہ میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو انھوں نے مشورہ دیا کہ اس پر حدِ قذف جاری کی جائے۔ اس لیے کہ کوڑوں کی اس سے کم سزا شریعت نے کسی حد میں نہیں رکھی ہے۔ اس طرح اس پر صحابۂ کرام کا عملاً اتفاق ہوگیا۔[1]

فقہاء کرام میں امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد وغیرہ کی یہی رائے ہے۔ امام شافعی چالیس کوڑوں کے قائل ہیں۔[2]

مسلمان کے لیے شراب ممنوع ہے۔ ایک غیر مسلم یا ذمی اسے ناجائز یا حرام نہیں تصور کرتا، اس لیے وہ شراب پیتا ہے تو اس پر حد جاری نہ ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی ریاست میں ذمیوں کو اپنے عقیدے کے مطابق عمل کی آزادی حاصل ہوگی اور وہ ان کے مذہبی امور میں مداخلت نہیں کرے گی۔ وہ شراب کی قباحت اور نقصانات واضح کرے گی اور اس کے خلاف فضا ہموار کرے گی، لیکن از روئے دستور ذمیوں کو اس کا استعمال ترک کرنے پر مجبور نہیں کرے گی۔

علامہ کاشانی نے اس کی قانونی حیثیت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

وشرب الخمر مباح لاهل الذمة عند اكثر مشائخنا فلا يكون جناية، وعند بعضهم وان كان حراما لكنّا نهيناعن التعريض لهم وما يدينون، وفي اقامة الحد

ذمیوں کے لیے شراب پینا ہمارے بیش تر مشائخ کے نزدیک جائز ہے، لہذا یہ ان کے حق میں جرم نہیں ہے۔ بعض مشائخ کے خیال میں گوکہ یہ حرام ہے، لیکن ہمیں ان کے دینی معاملات میں تعرض سے منع کردیا گیا ہے، اس وجہ سے

---

[1] ہدایہ مع فتح القدیر: ۵/۲۹۵-۲۹۷

[2] ابن قدامہ، المغنی: ۱۲/۴۹۸-۴۹۹

تعرض لهم من حيث المعنیٰ لانها تمنعهم من الشرب[۱]

ان پر حد نافذ نہیں ہوگی، ورنہ یہ ان کے دین سے تعرض کے ہم معنی ہوگا، اس لیے کہ حد کا نفاذ انھیں شراب پینے ہی سے روک دے گا۔

فقہ حنفی میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذمی اگر اپنے عقیدے اور مذہب کے نقطۂ نظر سے شراب کو حرام تصور کرتا ہے تو اس کے پینے پر مسلمان ہی کی طرح اس پر بھی حد نافذ ہوگی۔[۲]

ذمی اس امر کے پابند ہوں گے کہ وہ کھلے عام شراب کا استعمال نہ کریں اور دوسروں کو اس کی ترغیب نہ دیں۔

۲-حدِّ سکر

'خمر' کا اطلاق احناف کے نزدیک اصلاً انگور سے تیار کردہ شراب پر ہوتا ہے۔ اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے۔ اس کے کم یا زیادہ استعمال پر حد شرعی نافذ ہوگی۔ گیہوں اور جو وغیرہ سے بھی شراب کشید کی جاتی ہے۔ اگر اس کے استعمال سے نشہ آئے تو حرام ہے، ورنہ حرام نہیں ہے۔ ان میں سے بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ زیادہ تعداد میں ان کے استعمال سے سکر طاری ہوتا ہے۔ اس مقدار میں ان کا استعمال ممنوع ہوگا۔ کم مقدار میں ان کا استعمال قابلِ حد جرم نہیں ہوگا۔[۳]

اسی طرح بھنگ، حشیش اور افیون وغیرہ کے استعمال پر حد جاری نہیں ہوگی، بلکہ اس پر تعزیر ہوگی۔ لیکن متاخرین کی رائے یہ ہے کہ اس پر بھی حد جاری ہونی چاہئے۔[۴]

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک 'خمر' کا اطلاق انگوری شراب ہی پر نہیں، بلکہ ہر نشہ آور چیز پر ہوتا ہے۔ ان حضرات کی رائے میں جس چیز کے زیادہ مقدار

---

۱ کاسانی، بدائع الصنائع: ۷/ ۵۸

۲ در المختار مع رد المحتار: ۶/ ۵۴- نیز ملاحظہ ہو ص ۹۸

۳ تفصیل کے لئے دیکھی جائے۔ ہدایہ مع فتح القدیر: ۵/ ۲۹۳-۲۹۴

۴ در المختار مع رد المحتار: ۶/ ۷۵-۷۷

میں استعمال سے سکر پیدا ہوتا ہے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔ ابوداؤد وغیرہ کی روایت ہے 'ما أسکر کثیره فقلیله حرام ' (جس کی زیادہ مقدار سکر پیدا کرے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے) اس لیے کسی بھی نشہ آور چیز کے تھوڑے یا زیادہ استعمال پر حد جاری ہوگی۔ [۱]

ذمی کے معاملہ میں علامہ کاشانی کہتے ہیں کہ حدِ خمر اور حدِ سکر کے لئے اسلام شرط ہے۔ لہٰذا ذمی پر یہ حد جاری نہیں ہوگی:

لاحد علی الذمی والحربی المستأمن بالشرب ولا بالسکر.

ذمی پر اور حربی پر جو امان حاصل کر کے اسلامی ریاست میں آئے، شراب پینے یا کسی نشہ آور چیز کے استعمال سے حالت سکر طاری ہونے پر حد نافذ نہیں ہوگی۔

اسی بحث میں آگے ائمہ احناف میں حسن بن زیاد کی رائے نقل کرتے ہیں کہ ذمی اگر شراب پی کر نشہ کی حالت میں رہے تو اس پر حد جاری ہوگی۔ یہ شراب پینے کی وجہ سے نہیں، بلکہ مدہوشی کی وجہ سے ہے۔ مدہوش رہنا سب ہی مذاہب میں حرام سمجھا جاتا ہے۔ علامہ کاشانی نے اس رائے کو پسند کیا ہے۔ [۲]

درمختار میں اسے زیادہ صحیح رائے کہا گیا ہے۔ [۳]

اس کا مطلب یہ ہے کہ ذمی کو شراب کے استعمال کی اجازت تو ہوگی، لیکن اس کی اجازت نہ ہوگی کہ وہ اس سے غلط فائدہ اٹھائے اور سکر کی حالت میں پڑا رہے، جس میں بھلے برے کا ہوش ہی نہیں ہوتا۔ یہ جرم ہے اور اس پر حد جاری ہوگی۔

۳- حدِ سرقہ

قرآن مجید میں چوری کی حد یہ بتائی گئی ہے کہ چور کا ہاتھ، چاہے وہ مرد ہو یا

---

۱ المغنی: ۱۲/ ۴۹۵-۴۹۷

۲ کاسانی، بدائع الصنائع: ۷/ ۵۸

۳ درالمختار مع ردالمختار: ۶/ ۵۵

عورت، قلم کر دیا جائے۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالاً مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ. (المائدہ:۳۸)

چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ سزا ہے اس جرم کی جوان دونوں نے کمایا ہے۔ یہ تنبیہ کے طور پر ہے اللہ کی طرف سے۔ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

یہ ایک عمومی حکم ہے۔ چوری کا ارتکاب چاہے مسلمان کرے یا غیر مسلم، دونوں کو یہ سزا دی جائے گی۔ علامہ کاشانی کہتے ہیں:

الإسلام ليس بشرط، فيقطع المسلم والكافر لعموم الآية.[۱]

اسلام، حد سرقہ کے لیے شرط نہیں ہے۔ لہٰذا چوری کرنے پر مسلمان اور کافر دونوں کو قطعِ ید کی سزا دی جائے گی۔ اس لیے کہ آیت کے الفاظ عام ہیں۔ (مسلم یا غیر مسلم کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں)

علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ ہمارے علم کی حد تک اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ کوئی مسلمان، کسی مسلمان یا ذمی کا مال چوری کرے تو اسے 'قطعِ ید' کی سزا دی جائے گی۔ اسی طرح ذمی بھی اگر اس کا ارتکاب کرے اور مسلمان یا ذمی کا مال چوری کرے تو اس پر بھی یہی حد جاری ہوگی۔[۲]

۴-حدِّ قذف

کسی کی عزت و آبرو پر حملہ بہت بڑا جرم ہے۔ اس سے وہ معاشرے میں بدنام اور رسوا ہوتا اور اس کی عزت مجروح ہوتی ہے۔ اسلامی شریعت میں کسی کا کسی پر زنا کی تہمت لگانا بہت ہی سنگین جرم ہے اور اس کی سزا اسّی (۸۰) کوڑے ہیں۔ (النور:۴)

اگر کوئی شخص ذمی پر بھی زنا کا الزام لگاتا ہے تو اللہ کے یہاں اس کی شدید باز پرس ہوگی اور وہ سخت سزا کا مستحق ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے:

---

[۱] بدائع الصنائع: ۷/۱۰۳

[۲] ابن قدامہ، المغنی: ۱۲/۴۵۱۔ طبع قاہرہ۔ ۱۹۹۲ء

من قذف ذميا حُدَّ له يوم القيامة بسياط من النار.[۱]

جس نے کسی ذمی پر تہمت لگائی، قیامت کے روز اس پر آگ کے کوڑوں کی حد جاری ہوگی۔

اس حدیث کے ذیل میں علامہ مناوی کہتے ہیں کہ اس وعید کا تعلق آخرت سے ہے۔ اس کا منشا یہ ہے کہ ذمی پر تہمت لگانا حرام ہے اور مسلمان کو اس سے بچنا چاہیے۔ فرماتے ہیں:

أما في الدنيا فلا يحدّ مسلم بقذف ذمي والقصد التحذير من قذفه وأنه حرام.[۲]

جہاں تک دنیا کا معاملہ ہے، مسلمان پر حد قذف جاری نہ ہوگی اگر وہ ذمی پر تہمت لگائے، حدیث میں (اصلاً) ذمی پر تہمت لگانے سے بچنے کی ہدایت ہے۔ اس لیے کہ یہ حرام ہے۔

فقہاء کے نزدیک قذف کی سزا کا تعلق مسلمانوں سے ہے، غیر مسلم اس دائرے میں نہیں آتا، اس لیے اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم پر زنا کی تہمت لگا دے تو حدِ شرعی یعنی اسّی کوڑے کی سزا نافذ نہیں ہوگی۔ البتہ کوئی بھی شخص کسی مسلمان پر زنا کی تہمت لگائے تو وہ اس سزا کا مستحق قرار پائے گا۔ علامہ ابوبکر جصاص کہتے ہیں کہ ہمارے علم کی حد تک فقہاء کے درمیان اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص کسی آزاد، بالغ، عاقل، مسلمان اور پاک دامن مرد اور عورت پر تہمت لگائے اس پر حدِ قذف جاری ہوگی۔[۳]

علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ اگر کوئی بالغ شخص کسی آزاد مسلمان مرد اور عورت پر زنا کی تہمت لگائے تو اسے اسّی کوڑے کی سزا دی جائے گی۔[۴]

۱۔ علامہ سیوطی نے اس حدیث کو مسند احمد اور سنن ابی داؤد وغیرہ کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ علامہ مناوی نے اس پر گرفت بھی نہیں کی ہے۔ التیسیر بشرح الجامع الصغیر: ۲/۴۳۶، علامہ ہیثمی کہتے ہیں کہ یہ معجم کبیر طبرانی کی روایت ہے۔ اس کا ایک راوی محمد بن محصن العکاشی متروک ہے۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۶/۴۳۵، دار الفکر لبنان ۱۹۹۴ء

۲۔ التیسیر بشرح الجامع الصغیر: ۲/۴۳۶

۳۔ جصاص: أحکام القرآن: ۲/۳۴۸

۴۔ ابن قدامہ، المغنی: ۱۲/۳۸۳

کہتے ہیں: حد قذف کے نفاذ کی پانچ شرائط ہیں۔ جس پر تہمت لگائی جائے وہ صاحب عقل ہو، مسلمان ہو، عفیف اور پاک دامن ہو، اس کی عمر اتنی ہو کہ اس سے اس فعل کا صدور ممکن ہو۔ قدیم و جدید علماء کی یہی رائے ہے۔[1]

فقہ حنفی میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ کوئی غیر مسلم دار الحرب سے اسلامی ریاست میں داخل ہو اور وہ کسی مسلمان پر تہمت لگائے تو حدِ قذف اس پر نافذ ہوگی۔ اس لیے کہ (عزت و آبرو) بندے کا حق ہے اور ذمی نے اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے کہ وہ یہ حقوق ادا کرے گا۔[2]

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی غیر مسلم پر مسلمان تہمت لگاتا ہے تو اسے کوئی سزا ہی نہیں دی جائے گی۔ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ اس کی تادیب اور تعزیر ہوگی۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں:

اگر کوئی شخص مشرک (غیر مسلم) پر، غلام پر، دس سال سے کم عمر کے لڑکے اور نو سال سے کم عمر کی لڑکی پر زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد تو نافذ نہ ہوگی، البتہ اس کی تادیب کی جائے گی، تاکہ دوسروں کی عزت و آبرو کی حفاظت ہو سکے۔[3]

کسی جرم میں تعزیر کے لیے کیا طریقے اختیار کیے جا سکتے ہیں؟ اور اس کے حدود کیا ہیں؟ اس سلسلے میں علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ تعزیر زد و کوب، قید اور زجر و توبیخ کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ اس کے لیے مجرم کے کسی حصۂ جسم کو قطع کرنا، یا اسے زخمی کرنا یا اس کا مال لے لینا صحیح نہیں ہے۔ یہ کسی بھی ایسے شخص کی رائے نہیں ہے جو امت میں معتبر اور مقتدیٰ ہو۔[4]

امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ تعزیر میں کوڑوں کی سزا دی جائے تو وہ دس سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے۔ ایک حدیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ امام احمد سے

---

[1] حوالہ سابق: ص ۳۸۵

[2] ہدایہ میں ہے: إذا دخل الحربي دارنا بأمان فقذف مسلما حد لأن فيه حق العبد وقد التزم ايفاء حقوق العباد: ہدایہ مع نصب الرایۃ: ۵۴۲/۳، دار الکتب العلمیہ، لبنان، ۱۹۹۶ء

[3] ابن قدامۃ، المغنی: ۳۹۹/۱۲

[4] المغنی: ۵۲۶/۱۲

ایک دوسری روایت بھی منقول ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قذف اور شراب کے سلسلے میں غلام کو چالیس کوڑوں کی سزا دی جاتی ہے۔ تعزیر اس 'حد شرعی' سے کم ہونی چاہیے۔ اصولی طور پر امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کی یہی رائے ہے۔[۱]

فقہ حنفی کی رو سے تعزیر میں کوڑوں کی بھی سزا ہو سکتی ہے، مگر یہ تین سے کم اور انتالیس سے زیادہ نہ ہوگی۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ اس کا تعلق جرم کی نوعیت اور حالات سے ہے اور امام اس کا فیصلہ کرے گا۔ تعزیر میں مجرم کو قید بھی کیا جا سکتا ہے۔[۲]

حدِ قذف کا مقصد یہ بیان ہوا ہے:

فیھا إلحاق العار بالمقذوف فیجب الحد دفعاً للعار عنه.[۳]

اس سے اس شخص کو عار لاحق ہوتا ہے جس پر تہمت لگائی گئی۔ لہٰذا اس عار کو اس سے رفع کرنے کے لیے حد کا جاری کرنا ضروری ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس معاملے میں مسلم اور غیر مسلم میں فرق کی کیا وجہ ہے؟ کیا غیر مسلم کو اپنی عزت و آبرو عزیز نہیں ہوتی؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اسے جب اپنے کفر پر عار نہیں ہے تو زنا کے الزام سے اسے کیا عار لاحق ہوگا۔[۴]

یہ ایک غیر فطری بات ہے کہ زنا جیسی قبیح اور غیر اخلاقی حرکت کا الزام کسی پر عائد کیا جائے اور اسے شرمندگی نہ محسوس ہو، جب کہ ہر مذہب میں زنا کو ایک مذموم فعل سمجھا جاتا ہے اور اس الزام کو کوئی بھی شریف آدمی، چاہے اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو، گوارا نہیں کر سکتا۔

۵- حدِ زنا

زنا کی سزا اسلام نے نہایت سخت رکھی ہے۔ زنا کا ارتکاب مرد سے ہو یا عورت

---

۱ المغنی: ۱۲/۵۲۳-۵۲۴

۲ مرغینانی: ہدایہ مع نصب الرایہ، کتاب الحدود، ۳/۵۴۴

۳ کاشانی: بدائع الصنائع: ۷/۵۹

۴ کاشانی: بدائع الصنائع: ۷/۶۰

سے، اسے سو کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ قرآن مجید نے صراحت کی ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلاَ تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأفَةٌ فِي دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ. (النور:۲)

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ اور اللہ کا قانون نافذ کرنے میں تمھیں ان کے سلسلہ میں کوئی ہمدردی دامن گیر نہ ہو۔ اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور ان کی سزا کے وقت مومنوں کی ایک جماعت موجود رہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہ سزا غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کی ہے۔ اگر وہ دونوں یا ان میں سے ایک شادی شدہ ہے تو اسے رجم کی سزا دی جائے گی۔ یعنی اسے سنگ سار کر دیا جائے گا۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لایحلُّ دم امرئٍ مسلمٍ یشهدان لا الٰه الا اللّٰه و ان محمداً رسول اللّٰه الا باحدیٰ ثلاثٍ، زنیٰ بعد احصان فانه یُرْجَمُ ورجل خرج محاربا لِلّٰه ورسوله فانه یقتل اویصلب او ینفیٰ من الارض او یقتل نفسا فیقتل بها[۱]

جو مسلمان لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی شہادت دیتا ہے اس کا خون حلال نہیں ہے، سوائے اس کے کہ وہ تین میں سے کسی ایک جرم کا ارتکاب کرے۔ ا۔ شادی کے بعد زنا کرے تو اسے رجم کیا جائے گا۔ ۲۔ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے خروج کرے تو اسے قتل کیا جائے گا یا سولی دی جائے گی یا وہ ملک بدر کیا جائے گا۔ ۳۔ کسی کو قتل کرے تو اس کے بدلہ میں اسے قتل کیا جائے گا۔

صحابۂ کرام اور بعد میں امت کا اس پر اجماع ہے کہ شادی شدہ مرد یا عورت

---

[۱] ابوداؤد، کتاب الحدود، باب الحکم فی من ارتدّ۔ اس مضمون کی روایات حضرت عثمانؓ اور بعض دوسرے اصحاب سے ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں مروی ہیں۔

زنا کا ارتکاب کرے تو اسے رجم کی سزا دی جائے گی۔ بعد کے ادوار میں صرف خوارج اور بعض معتزلہ نے اس سے اختلاف کیا ہے۔[۱]

رجم کے سلسلے میں جو حدیث ابھی گزری ہے اس میں اور بعض دیگر اس کی ہم معنیٰ احادیث میں صراحت ہے کہ جو شخص 'احصان' کے بعد زنا کا ارتکاب کرے اسے رجم کی سزا دی جائے گی۔

'احصان' کا مادہ حصن ہے۔ اس کے اندر منع کرنے اور روکنے کا مفہوم ہے۔ اسی پہلو سے قلعہ اور محفوظ مقام کو حصن کہا جاتا ہے۔ اس میں عفت و عصمت کی حفاظت کے معنیٰ بھی ہیں۔ حضرت مریم کے بارے میں ارشاد ہے۔ اَلَّتِی اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا ۔ التحریم:۱۲ (جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی) اس کا استعمال نکاح کے لیے بھی ہوتا ہے، اس لیے کہ نکاح عزت کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ احصن کے معنیٰ ہیں اس نے نکاح کرلیا۔ اب وہ محصَن کہلائے گا۔ شادی شدہ عورت کو محصَنہ کہا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَآءِ۔ النساء ۲۴ (اور شادی شدہ عورتیں، جب تک وہ کسی کے نکاح میں ہیں حرام ہیں)۔[۲]

فقہ حنفی میں 'احصان' کے لیے سات شرطیں بیان ہوئی ہیں۔ یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ سات شرطیں پوری ہوں تو آدمی محصَن ہوتا ہے، وہ یہ ہیں۔

۱۔ عقل

۲۔ بلوغ

---

[۱] علامہ ابن ہمام حنفی کہتے ہیں کہ رجم کے مسئلہ میں صحابہ کرام اور گزشتہ علماء امت کا اجماع ہے، البتہ خوارج نے اس کا انکار کیا ہے۔ لیکن یہ باطل ہے، اس لیے کہ اجماع قطعی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے حد رجم تواتر کے ساتھ ثابت ہے، البتہ تفصیلات اخبار آحاد سے معلوم ہوتی ہیں۔ ہدایہ مع فتح القدیر: ۵/۲۱۰۔ دار الکتب العلمیہ، لبنان ۱۹۹۵ء۔

علامہ ابن بطال کہتے ہیں کہ صحابہ کرام اور مختلف علاقوں کے ائمہ کا اس پر اجماع ہے کہ شادی شدہ شخص، عملاً جانتے بوجھتے اور اپنے اختیار سے زنا کا ارتکاب کرے تو اس پر حد رجم نافذ ہوگی۔ خوارج اور بعض معتزلہ نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ اس کی دلیل ان کی نزدیک یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ فتح الباری: ۱۴/۶ ۷، طبع بیروت ۱۹۹۵ء، مزید کسی قدر تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المغنی لابن قدامہ: ۱۲/ ۳۰۹-۳۱۰

[۲] فیروز آبادی، القاموس المحیط، نیز المعجم الوسیط مادہ حصن

عقل اور بلوغ کے بغیر آدمی مکلّف ہی نہیں ہوتا۔ پاگل یا نابالغ بچہ سے زنا کا ارتکاب ہو جائے تو اس پر حدِ شرعی نافذ نہ ہوگی۔ عقل انسان کو زنا کے نتائجِ بد سے آگاہ کرتی اور اس سے اجتناب کی تعلیم دیتی ہے۔ بلوغ کی شرط اس لیے ہے کہ اس سے پہلے آدمی کی عمر کھیل کود کی ہوتی ہے اور بلوغ کے بعد ہی اس کے اندر پختگی آتی ہے۔ اس کے بعد کی جو شرائط ہیں وہ ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں۔ ان نعمتوں کے پانے کے بعد زنا جیسے بدترین فعل کا ارتکاب کفرانِ نعمت اور سخت جرم کا مستوجب ہے۔

۳۔ حریت۔ آدمی کا آزاد ہونا۔ غلام کے لیے رجم کی سزا نہیں ہے۔

۴۔ اسلام۔ غیر مسلم کو رجم کی سزا نہیں دی جائے گی۔

۵۔ نکاح صحیح۔ نکاح فاسد سے احصان حاصل نہیں ہوتا۔

۶۔ مرد کی طرح عورت کے اندر بھی یہ تمام شرائط پائی جائیں۔

۷۔ مرد اور عورت ان شرائط کے ساتھ مجامعت کریں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک آزاد، بالغ اور عاقل مسلمان کسی باندی سے یا کم سن لڑکی یا فاتر العقل عورت سے یا کتابیہ سے نکاح کے بعد ہم بستری کر بھی لے تو وہ محصن نہیں ہوگا۔ اسی طرح کوئی آزاد، بالغہ، عاقلہ مسلمان عورت کسی غلام سے یا پاگل شخص سے یا نابالغ لڑکے سے نکاح کر لے اور اس سے ہم بستری بھی کر لے تو وہ محصَنہ نہیں ہوگی۔ اس طرح کے مرد اور عورت سے زنا کا ارتکاب ہو تو انہیں رجم کی سزا نہیں دی جائے گی۔[1]

رجم کے لیے جو شرائط بیان ہوئی ہیں ان کی تکمیل کے بعد حسب ذیل باتیں حاصل ہوتی ہیں۔

۱۔ انسان کے جنسی جذبہ کی بھرپور تسکین ہو جاتی ہے۔

۲۔ نفسیاتی طور پر عدمِ تسکین کا احساس نہیں ہوتا، جیسے نابالغہ، یا باندی یا کسی دوسرے مذہب کی عورت سے ہم بستری کے بعد ہو سکتا ہے۔ یہی بات عورت کے سلسلے میں بھی کہی جا سکتی ہے۔

۳۔ یہ شرائط انسان کو زنا جیسے قبیح فعل کے ارتکاب سے باز رکھنے کا موثر ذریعہ ہیں۔ رجم جیسی سخت سزا سے پہلے ان سب شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔[1]

---

[1] احناف کے نقطہ نظر کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ ہدایہ مع فتح القدیر: ۵/۲۲۴-۲۲۸، کاشانی، بدائع الصنائع: ۷/۵۵-۵۶

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ ایک مرتبہ احصان حاصل ہوتو وہ ہمیشہ حاصل رہے گا۔ اگر کسی نے مجامعت کے بعد بیوی کو طلاق دے دی، یا اس کا انتقال ہوگیا یا وہ مرتد ہوگئی اور اس نے تجرد کی زندگی گزارنی شروع کردی تو بھی زنا کے ارتکاب پر اسے رجم کی سزادی جائے گی۔[۲]

ان شرائط پر زیادہ تر فقہاء کا اتفاق ہے[۳] بعض اختلافات بھی ہیں۔ ایک اہم اختلاف اس مسئلہ میں ہے کہ 'احصان' کے لیے اسلام شرط ہے یا نہیں۔ فقہ حنفی میں، جیسا کہ عرض کیا گیا، اسلام شرط ہے۔ اس کے بغیر آدمی محصن نہیں ہوتا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اسلام اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام اور معصیت سے باز رکھنے کا موثر ذریعہ ہے۔ جو اسلام سے محروم ہے وہ اس ذریعہ سے محروم ہے، اس لیے زنا کے ارتکاب پر اسے رجم کی سزا نہیں دی جائے گی۔ اس کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

من اشرک باللّٰہ فلیس بمحصَنٍ[۴]	جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں ہے۔

اس بنیاد پر ذمی اگر شادی شدہ بھی ہے تو فقہ حنفی کی رو سے اسے رجم کی نہیں، بلکہ کوڑوں کی سزادی جائے گی۔ علامہ کاشانی کہتے ہیں:

الذمی العاقل البالغ الحر الثیب اذا زنا لایرجم فی ظاهر الروایة بل یجلد[۵]	ذمی، جو عاقل، بالغ، آزاد اور شادی شدہ ہے، اگر زنا کرے تو فقہ حنفی کی ظاہر روایت (متون) کے مطابق اسے رجم نہیں کیا جائے گا، بلکہ کوڑوں کی سزادی جائے گی۔

یہی بات علامہ ابن الہمام نے ان الفاظ میں کہی ہے۔

---

۱ حوالہ سابق - ہدایہ مع فتح القدیر اور بدائع الصنائع۔
۲ ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار: ۶/۲۴-۲۵
۳ ملاحظہ ہو- ابن قدامہ، المغنی: ۱۲/ ۳۰۸-۳۱۷
۴ یہ حدیث موقوف ہے۔ ملاحظہ ہو- زیلعی، نصب الرایہ مع ہدایہ: ۳/۵۰۲-۵۰۳
۵ کاسانی، البدائع والصنائع: ۷/۵۶

فلو زنیٰ الذمی الثیب الحر یجلد عند نا و یرجم عندھم[1]	ذمی جو شادی شدہ ہے اور آزاد ہے زنا کرے تو ہمارے (فقہاء احناف کے) نزدیک اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور ان (امام شافعی وغیرہ) کے نزدیک رجم کیا جائے گا۔

اس معاملہ میں امام مالک احناف کے ہم خیال ہیں۔ فقہاء احناف میں امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ مسلمان کتابیہ سے نکاح کے بعد محصن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح شادی شدہ ذمی زنا کا ارتکاب کرے تو وہ سزائے رجم کا مستحق ہو جائے گا۔ یہی امام شافعی کی رائے ہے[2]

امام احمد کا مسلک بھی یہی ہے۔ ان حضرات کی دلیل حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی اور یہودیہ نے زنا کا ارتکاب کیا۔ ان کا مقدمہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے یہود سے دریافت کیا کہ توریت میں زنا کی کیا سزا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم زانی اور زانیہ کے چہرے سیاہ کر کے سواری پر ایک دوسرے کی مخالف سمت میں بٹھا کر گشت کراتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا، توریت لاؤ اور اپنی صداقت کا اس سے ثبوت فراہم کرو۔ ایک جوان توریت پڑھنے لگا۔ پڑھتے ہوئے اس نے اس حصہ پر ہاتھ رکھ دیا جس میں سزائے رجم کا ذکر تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن سلامؓ موجود تھے، جو یہودیت ترک کر کے اسلام قبول کر چکے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اس لڑکے سے کہیئے کہ اپنا ہاتھ ہٹائے۔ جب اس نے ہاتھ ہٹایا تو وہاں آیت رجم موجود تھی، آپ نے حکم دیا کہ ان دونوں کو رجم کر دیا جائے۔ چناں چہ انہیں رجم کیا گیا[3]

امام نووی کہتے ہیں کہ "یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ غیر مسلم پر بھی حدِ زنا نافذ ہوگی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلم کا نکاح صحیح ہے۔ اس لیے کہ اگر اس کا نکاح صحیح نہ ہوتا تو اسے رجم کی سزا نہ دی جاتی۔ امام مالک کہتے ہیں کہ غیر مسلم کو احصان نہیں حاصل ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس لیے رجم کیا کہ وہ اہل ذمہ نہیں تھے۔ لیکن

1۔ ابن الہمام، فتح القدیر: ۵/۲۲۶

2۔ کاسانی، بدائع الصنائع: ۷/۵۶

3۔ بخاری، کتاب الحدود، باب احکام اہل الذمۃ۔ مسلم، کتاب الیہود، باب رجم الیہود، اہل الذمۃ، فی الزنیٰ

یہ غلط تاویل ہے، اس لیے کہ یہود سے عہد و پیمان تھا۔ اس کے علاوہ آپ نے عورت کو بھی رجم کیا، حالاں کہ عورت کا قتل کرنا مطلقاً ناجائز ہے۔[1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں:

''رجم کے لیے اسلام شرط نہیں ہے، یہی امام شافعی اور امام زہری کا مسلک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ذمی بھی محصَن ہو سکتے ہیں، مسلمان اگر ذمی (کتابیہ) سے نکاح کرلے تو دونوں محصن قرار پائیں گے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودی زانی اور زانیہ کو توریت کے قانون کے تحت رجم کی سزا دی تھی۔ اسی وجہ سے آپؐ نے اس کی طرف رجوع کیا۔ جب یہ بات آپ کے علم میں آ گئی کہ توریت کا یہی حکم ہے تو آپ نے اس کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ اللہ کا حکم ہے:

فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا (المائدہ: ۴۸)

تم فیصلہ کرو اس قانون کے مطابق جو اللہ نے نازل کیا ہے اور اس حق کو چھوڑ کر جو تمہارے پاس آیا ہے ان کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک کو ایک طریقہ دیا ہے اور ایک راستہ دکھایا ہے۔ (اب تم اپنے طریقہ پر عمل کرو)

رسول اللہ ﷺ کے لئے جائز نہیں تھا کہ آپ اپنی شریعت کو چھوڑ کر یہود کی شریعت پر عمل کریں۔ اگر آپ کے لیے اس کا جواز تھا تو دوسرے کے لیے بھی اس کا جواز ثابت ہوگا۔ آپ نے توریت کی طرف اس لیے رجوع کیا، تاکہ انہیں بتا سکیں کہ آپ جو فیصلہ فرما رہے ہیں وہ توریت کے مطابق ہے اور وہ اسی کو چھوڑ بیٹھے ہیں، اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ احصان کے لیے اسلام شرط نہیں ہے۔ شادی شدہ غیر مسلم بھی محصن ہے۔ اسی لیے آپ نے انہیں سزا دی تھی۔ اس کے خلاف جو روایت پیش کی جاتی ہے وہ کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے۔[1]

قاضی شوکانی نے یہودیوں کے رجم سے متعلق روایات اور اس مسئلہ میں فقہاء کے اختلافات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اسی ذیل میں وہ لکھتے ہیں:

---

[1] نووی، شرح مسلم، جلد ۶، جزء ۱۱، ص ۱۷۳-۱۷۴ - دار الکتب العلمیہ، لبنان ۱۹۹۵ء

واحادیث الباب تدل علی انہ یُحَدُّ الذمی کما یُحَدُّ المسلم، والحربی والمستامن یلحقان بالذمی بجامع الکفر۲

اس باب میں جو احادیث نقل ہوئی ہیں وہ اسی بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ذمی پر بھی مسلمان ہی کی طرح حد رجم نافذ ہوگی۔ حربی اور مستامن بھی ذمی کے حکم میں شامل ہوں گے، اس لیے کہ کفران کے درمیان مشترک ہے۔

ان تفصیلات پر غور کرنے سے ایک الجھن سامنے آتی ہے۔ وہ یہ کہ فقہاء کرام نے ایک طرف تو یہ کہا ہے کہ حدود کا نفاذ مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں پر بھی ہوگا۔ دوسری طرف عملاً یہ حدود سوائے حدِ سرقہ کے غیر مسلموں کے لیے ختم ہوجاتے ہیں یا ان پر ناقص شکل میں ان کا نفاذ ہوتا ہے۔ حدِ خمران پر اس لیے جاری نہیں ہوگی کہ وہ شراب کو حلال سمجھتے ہیں۔ اس کا نفاذ ان کے پرسنل لا میں مداخلت ہوگا۔ حدّ قذف کے بارے میں کہا گیا ہے کہ غیر مسلم مسلمان پر زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد نافذ ہوگی اور یہی تہمت مسلمان غیر مسلم پر لگائے تو اس پر حد نافذ نہیں ہوگی۔ اس فرق کے لیے کوئی معقول وجہ جواز نہیں ہے۔ اسلامی ریاست کا مقصد عزت و آبرو کی حفاظت ہے۔ اس فرق سے یہ مقصد مجروح ہوتا ہے۔ احناف کے نزدیک غیر مسلم پر حدِ رجم نافذ نہیں ہوگی۔ حالاں کہ زنا کی قباحت اور شناعت سب کے نزدیک تسلیم شدہ ہے یہ بات صحیح ہے کہ اسلام زنا سے بچنے کا ایک موثر ذریعہ ہے جو غیر مسلم کو حاصل نہیں ہے، لیکن اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ زنا پر رجم کی سخت سزا اس لیے رکھی گئی ہے کہ کوئی شخص جو شادی شدہ ہے اور جنسی تسکین کا جائز ذریعہ رکھتا ہے اس کے ارتکاب کی ہمت نہ کرے اور یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ اس کے بعد اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ غیر مسلم کو اس سے مستثنیٰ رکھنے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اسے نسبتاً ہلکا جرم تصور کرے۔

ایک بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ اسلام نے حدود کے معاملے میں آزاد اور غلام کے درمیان فرق کیا ہے۔ زنا کا ارتکاب غلام سے ہو تو اسے آزاد شخص کی سزا سے نصف سزا دی جائے گی۔ باندیوں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

۱ ملاحظہ ہو۔ المغنی لابن قدامہ: ۱۲/ ۳۱۷-۳۱۹

۲ شوکانی، نیل الاوطار: ۷/ ۱۰۴-۱۰۵، مطبعۃ مصطفیٰ البابی، قاہرہ ۱۹۷۱ء

فَـاِذَا اُحْـصِـنَّ فَـاِنْ اَتَیْنَ بِفَـاحِشَـةٍ فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَاعَلَی الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ (النساء: ۲۵)

جب باندیاں قیدِ نکاح میں آ جائیں پھر وہ بے حیائی کا کام (زنا) کریں تو ان پر اس سے آدھی سزا ہے جو آزاد شادی شدہ عورتوں کے لیے ہے۔

اس سے علماء امت نے یہ استدلال کیا ہے کہ غلاموں کا بھی یہی حکم ہے چاہے کنوارے ہوں یا شادی شدہ[1]

اسی طرح فقہاء کا اتفاق ہے کہ حدِ قذف غلام پر نافذ ہوگی۔[2]

اس بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ذمی اور مسلمان کے درمیان حدود کے معاملے میں فرق کیا جائے تو غلط نہ ہوگا، لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ غلام بااختیار اور اپنی مرضی کا مالک نہیں ہوتا لیکن اسلامی ریاست میں ذمی کی حیثیت غلام کی نہیں ہوتی، وہ آزاد اور اپنی مرضی کا مالک ہوتا ہے۔

قرآن وحدیث میں اس کا کوئی قطعی ثبوت نہیں ہے کہ حدود کے معاملے میں ذمی اور مسلمان کے درمیان فرق ہے۔ اس سلسلے میں دو صورتیں اختیار کی جاسکتی ہیں۔

ایک یہ کہ حدود کو اسلامی ریاست میں عام تعزیری قوانین (Criminal Law) کی حیثیت حاصل ہو اور مسلمانوں اور ذمیوں دونوں پر ان کا نفاذ ہو، اس سے پیش نظر مقاصد بہتر طریقہ سے حاصل ہو سکتے ہیں۔

دوسری صورت یہ کہ ان حدود سے ذمیوں کو مستثنیٰ رکھا جائے اور وہ خود اپنے قوانین کے تحت ان سے متعلق جرائم کی سزا نافذ کریں۔ ریاست اس بات کی نگرانی کرے کہ ان جرائم پر ان کے قوانین کے مطابق عمل ہو رہا ہے۔

اگر ذمی اپنے لیے بھی اسلامی حدود کو اختیار کریں تو ریاست انھیں پوری طرح ان پر نافذ کرے گی، کسی معاملہ میں ان کے لئے استثنا نہ ہوگا۔ بہر حال یہ کافی غور طلب مسئلہ ہے۔ اس پر مزید غور کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

☆

1. المغنی، ۱۲/ ۳۳۱-۳۳۲
2. المغنی، ۱۲/ ۳۸۷-۳۸۸